39

قادیان کے متعلق ”تخت گاہِ رسول“ کے الفاظ کا استعمال
جماعت تحریک جدید کی قربانیوں میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے

(فرمودہ 4 دسمبر 1942ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

”حکیم محمد عمر صاحب نے اصرار کیا ہے کہ مَیں ان کے مقدمہ کے متعلق احباب کو دعا کرنے کے لئے کہوں۔ وہ مقدمہ در حقیقت ان کا نہیں بلکہ سلسلہ کا ہے کیونکہ ایک زمین انہوں نے لی تھی جو سلسلہ کی طرف انہوں نے منتقل کر دی اور اس کے متعلق ایک بڑا بھاری مقدمہ چلا ہوا ہے جس میں اگر فتح ہو جائے تو سلسلہ کو پانچ سو ایکڑ زمین مل جاتی ہے اور اگر خدانخواستہ شکست ہو جائے تو اتنی ہی زمین سلسلہ کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ انہوں نے خواہش کی ہے کہ چونکہ اب مقدمہ آخری منزل میں ہے اس لئے دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو کامیابی دے اور سلسلہ کو فائدہ پہنچ جائے۔

اس کے بعد مَیں پہلے تو ایک ایسے امر کی طرف جماعت کو اور سلسلہ کے مصنفوں اور ناشروں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں جو بظاہر تو معمولی معلوم ہوتا ہے لیکن اپنے اندر بہت بڑے خطرات رکھتا ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس بات پر فخر حاصل ہے کہ باوجود کم عمری کے، باوجود کم علمی کے، باوجود ناتجربہ کاری کے اور باوجود بہت سی مشکلات میں گھِرا ہونے کے مَیں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اس تحریک کا مقابلہ کیا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کو گرانے کے لئے لاہور کے کچھ دوستوں کی طرف سے جاری کی گئی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ

اس وقت مجھے طرح طرح کی دھمکیاں دی جاتی تھیں اور وہی دوست جو آج بڑے اخلاص سے میرے ساتھ شامل ہیں، مشورے دیا کرتے تھے کہ ان لوگوں کا مقابلہ کرنا آسان نہیں آپ یہ بوجھ نہ اٹھائیں۔ گو ایسے بھی تھے جو باوجود اس وقت کے لحاظ سے خاص رسوخ نہ رکھنے کے اور باوجود اس کے کہ انہیں کوئی مالی یا دنیوی وجاہت حاصل نہ تھی بلکہ غربت کی حالت تھی پھر بھی وہ اخلاص اور محبت سے میری تائید کرتے تھے۔ چنانچہ معلوم نہیں انہیں یاد ہے یا نہیں مگر چودھری عبد اللہ خان صاحب داتا زید کا والے جو چودھری ظفر اللہ خان صاحب کے ماموں ہیں ان کے متعلق مجھے خوب یاد ہے کہ جب یہ باتیں شروع ہوئیں تو مسجد مبارک کی جو چھوٹی سیڑھیاں چڑھتی ہیں اس کے اوپر جہاں لکڑی لگی ہوئی ہے اور جوتیاں رکھنے کے لئے جگہ ہے وہاں کھڑے ہو کر انہوں نے مجھے ہمت دلائی اور کہا کہ یہ سلسلہ کا کام ہے آپ بے شک دلیری سے ان لوگوں کا مقابلہ کریں۔ تو مَیں نے اس وقت جب جماعت کے بڑے بڑے آدمی حیران و پریشان تھے کہ وہ کیا کریں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس رَو کا مقابلہ کیا جو زمانہ کے موعود کے درجہ کو گھٹانے کے لئے بعض لوگوں کی طرف سے اپنی دنیوی اغراض کے ماتحت جاری کی گئی تھی لیکن اگر اس کے یہ معنے ہوں کہ مَیں نے اس رَو کا اپنی خواہش کے ماتحت مقابلہ کیا تو ایسا مقابلہ دین نہیں کہلا سکتا بلکہ میلانِ طبع اور دنیا بھی کہلا سکتا ہے۔ جب تک وہ مقابلہ خالص طور پر سچائی کے لئے نہ ہو۔ اور خالص سچائی چاہتی ہے کہ صرف ایک جہت کی نہیں بلکہ دونوں جہت کی حفاظت کی جائے۔ جو شخص صرف ایک جہت کی حفاظت کرتا ہے اور دوسری جہت کی حفاظت کی پرواہ نہیں کرتا وہ راستباز نہیں کہلا سکتا۔ وہ جوشیلا انسان تو کہلا سکتا ہے، مصلحت بین تو کہلا سکتا ہے، وہ سیاست دان تو کہلا سکتا ہے مگر وہ سچا نہیں کہلا سکتا۔ سچائی چاہتی ہے کہ جہاں کہیں وہ ظاہر ہو اس کی تائید کی جائے۔

پس جہاں مَیں نے اس رَو کی مخالفت کی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درجہ کو گرانے اور آپ کی شان کو کم کرنے کے لئے شروع کی گئی تھی وہاں میرا یہ بھی فرض ہے کہ مَیں ایسی تمام تحریکوں اور ان تمام طریقوں کی مخالفت کروں جن سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درجہ کو ایسا رنگ دے دیا جائے جس سے آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

مقابل پر یا آپ کے مماثل نظر آنے لگ جائیں۔ چنانچہ جس وقت ہماری جماعت میں سے ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ لکھنا شروع کر دیا کہ ان کا کلمہ پڑھنا جائز ہے اور قادیان کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھنا بھی جائز ہے تو ان کی مخالفت کرنے والوں میں سے بھی مَیں ہی پہلا شخص تھا۔ وہ ہمیشہ مجھے اکساتا رہتا تھا کہ لاہور والوں کا مقابلہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ وہ جس قدر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درجہ کو گرانے کی کوشش کریں اسی قدر آپ کے درجہ کو بڑھا کر بتایا جائے اور وہ چاہتا تھا کہ اس کا لٹریچر لوگوں میں تقسیم ہو مگر مَیں نے اسے کبھی وقعت نہیں دی کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کے متعلق میری جدوجہد سچائی پر مبنی تھی، کسی جنبہ داری پر مبنی نہیں تھی۔ اس لئے جب ایک اَور شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درجہ میں غلو سے کام لیا تو مَیں نے اس کی بھی مخالفت کی۔

اس تمہید کے بعد مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرے آج کے خطبہ کا محرک یہ امر ہوا ہے کہ آج صبح جب مَیں نے "الفضل" کو دیکھا تو اس کے ایک مضمون کا یہ عنوان تھا کہ "تخت گاہِ رسول میں اہل اللہ کا عظیم الشان اجتماع" اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ قادیان آپ کی تخت گاہ ہے۔ مَیں نے خود کئی دفعہ یہ بات کہی ہے لیکن جب ہم بغیر کسی نسبت کے رسول کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے مراد رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سوا اَور کوئی نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک دیوار ہے جو ہم نے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عہدہ کے لئے کھینچ دی ہے اور جب ہم بغیر کسی نسبت کے رسول کا لفظ استعمال کریں تو اس وقت صرف اور صرف محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مراد لئے جاتے ہیں اور وہی مراد لئے جاسکتے ہیں۔ اگر اس دیوار کو ہم توڑ دیں تو بہت سے کمزور لوگ ایسے ہو سکتے ہیں جو دھوکا کھا کر کہیں سے کہیں نکل جائیں۔ اگر کسی غیر مقام اور قادیان کا مقابلہ ہو، سوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے تو اس وقت مضمون کی وضاحت کے لئے اور یہ بتانے کے لئے کہ قادیان میں جس شخص نے احمدیت کا مرکز قائم کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا رسول ہے، کہہ سکتے ہیں، کہتے ہیں اور کہتے چلے جائیں گے کہ قادیان خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے لیکن جب ہم

خالی تختت گاہِ رسول کے الفاظ استعمال کریں تو دنیا میں سوائے مدینہ منورہ کے اور کوئی شہر اس سے مراد نہیں ہو سکتا اور اسی کو "تخت گاہ رسول" کہنے اور سمجھنے پر ہر شخص مجبور ہو گا۔ مَیں جس جگہ پر کھڑا ہوں یہ خدا تعالیٰ کا گھر ہے۔ کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ مسجدیں اللہ تعالیٰ کا ہی گھر ہوتی ہیں، کسی گاؤں کسی شہر اور کسی محلہ میں مسجد ہو وہ خدا تعالیٰ کا گھر کہلاتی ہے اور اگر کوئی شخص اس میں دخل دینے لگے اور زبردستی اپنی حکومت جتائے تو ہم اسے کہہ سکتے ہیں کہ تمہارا کیا حق ہے کہ تم خدا کے گھر میں اپنی حکومت جتاؤ۔ اسی طرح خدا کے گھر کے الفاظ ہم اس چھوٹی سی چھوٹی مسجد کے لئے بھی استعمال کر سکتے ہیں جس میں صرف تین چار آدمی نماز پڑھ سکتے ہوں اور خدا کے گھر کو عربی زبان میں بیت اللہ کہتے ہیں۔ اگر عرب میں کوئی ایسا ہی واقعہ پیش آئے اور کوئی شخص کسی مسجد میں جاکر دخل دینے لگے تو عرب اسے یہی کہیں گے کہ کیا تم بیت اللہ میں اپنی حکومت جتاتے ہو!! مگر جب خالی بیت اللہ کا لفظ استعمال کیا جائے گا تو بیت اللہ سے مراد سوائے خانۂ کعبہ کی مسجد کے اَور کوئی مسجد نہیں ہو گی۔ چاہے مسجد نبوی ہی کیوں نہ ہو۔ جب بھی ہم خالی بیت اللہ کا لفظ بولیں گے تو چونکہ ہم نے یہ دستور مقرر کر لیا ہے کہ جب اس لفظ کو خالی استعمال کیا جائے تو اس سے مراد خانہ کعبہ کی مسجد ہوتی ہے۔ اس لئے بیت اللہ سے خانہ کعبہ ہی مراد ہو گا کوئی اَور مسجد مراد نہیں ہو گی اور اگر کوئی شخص خالی بیت اللہ کا لفظ استعمال کر کے کہہ دے کہ میری مراد اس سے فلاں مسجد تھی تو ہم ایسے شخص کے متعلق یہی کہیں گے کہ یا تو وہ خود فریب خوردہ ہے یا جان بوجھ کر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔ خالی بیت اللہ کا لفظ جب بھی استعمال کیا جائے گا اس سے مراد خانہ کعبہ ہو گا اور خالی تختِ گاہ رسول کا لفظ جب بھی استعمال کیا جائے گا اس سے مراد مدینہ منورہ ہو گا۔ اسی طرح اگر کوئی احمدی کھڑا ہو اور وہ کہے کہ مَیں حدیثِ رسول بیان کرتا ہوں اور اس کے بعد وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی بات سنانی شروع کر دے تو ہم ایسے شخص کے متعلق یہی کہیں گے کہ وہ ایک فتنہ کی بنیاد رکھ رہا ہے کیونکہ گو حدیث کے معنے بات کے ہیں اور گو مسیح موعود اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں مگر خالی حدیث رسول کے الفاظ جب بھی استعمال کئے جائیں گے اس سے مراد صرف رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی باتیں ہوں گی کسی اَور رسول کی باتیں مراد نہیں ہوں گی۔ اگر ہم ایسے

امور میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شریک کر لیں تو یقیناً ایک حصہ جماعت کے ذہن میں یہ خیال آنا شروع ہو جائے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نَعُوْذُ بِاللّٰہ رسول کریم ﷺ کے مقابل کے رسول ہیں۔ حقیقت یہی ہے اور اگر غور سے کام لیا جائے تو اس بات کا سمجھنا کوئی مشکل امر نہیں۔ لوگ روزانہ اپنی گفتگو میں اس قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ میرا فلاں بات پر ایمان ہے اور اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے والے مسلمان ہی نہیں ہندو اور عیسائی اور دوسرے مذاہب کے بھی لوگ ہوتے ہیں۔ مگر ان الفاظ کے نتیجہ میں انہیں مومن نہیں کہا جا سکتا کیونکہ مومن کا لفظ ایک اصطلاح ہے اور یہ اصطلاح اسی مقام پر استعمال کی جا سکتی ہے جس مقام پر استعمال کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے۔ اسی طرح رسول اگر اس وقت محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔ اس لئے جب خالی رسول کا لفظ استعمال کیا جائے گا تو اس سے مراد محض آنحضرت ﷺ ہوں گے اور یہ اصطلاح غلط طور پر مشہور نہیں بلکہ صحیح طور پر مشہور ہے کیونکہ کوئی ایسا رسول اسلام میں نہیں آ سکتا جو رسول کریم ﷺ کی غلامی سے آزاد ہو کر مقامِ نبوت کو حاصل کر سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اپنے آپ کو ظلی اور بروزی کہا تو اس کے بھی یہی معنے ہیں کہ آپ رسول کریم ﷺ کے تابع اور امتی نبی ہیں۔ چنانچہ جب لوگ اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ کے ہوتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی کس طرح ہو گئے؟ تو ہم یہی کہتے ہیں کہ آپ نے جب رسول کریم ﷺ کی رسالت کو منسوخ نہیں کیا تو آپ ان کے بعد کس طرح ہو گئے۔ آپ کی رسالت تو رسول کریم ﷺ کی رسالت کے اندر شامل ہے اور اندر والے کے متعلق ایسی اصطلاحیں رائج کرنا جن سے وہ باہر کی چیز بن جائے کسی صورت میں بھی درست نہیں ہو سکتا۔ بے شک جب مسئلے کا سوال آئے گا ہم کہیں گے کہ مسیح موعود خدا کا رسول ہے۔ جب لاہور اور قادیان کا مقابلہ ہو گا ہم کہیں گے کہ قادیان خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے تمہاری اس کے مقابلہ میں حقیقت ہی کیا ہے۔ مگر جب خالی تخت گاہ رسول کے الفاظ استعمال کئے جائیں گے تو اس سے مراد صرف مدینہ منورہ ہو گا اَور کوئی شہر نہیں ہو گا۔ اور جب خالی بیت اللہ کا لفظ استعمال کیا جائے گا تو اس سے مراد صرف خانہ کعبہ ہو گا مدینہ منورہ یا قادیان یا کسی اَور مقام کی مسجد مراد نہیں ہو گی۔ یہ

بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے ہماری جماعت میں جب مہدیٔ موعود کے الفاظ استعمال ہوں گے تو اس سے مراد صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں گے ورنہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود لکھا ہے آپ سے پہلے بھی کئی مہدی گزر چکے ہیں لیکن جب ہم مہدی موعود کہیں گے تو اس سے مراد صرف حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہوں گے اور کوئی مہدی اس سے مراد نہیں ہوگا۔ اگر کوئی شخص اس اصول کو مدنظر نہ رکھے اور لوگوں کو دھوکا دینے لگ جائے تو دنیا میں امن قائم نہیں رہ سکتا اور لوگوں کا قدم غلط راستہ پر پڑ سکتا ہے۔

پس مَیں جماعت کے تمام مصنفین وغیرہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس قسم کے الفاظ کا استعمال کرنا جائز نہیں۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ تم قادیان کے متعلق ''تخت گاہِ رسول'' کے الفاظ استعمال مت کرو۔ مَیں یہ کہتا ہوں کہ جب مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علاوہ دوسرے شہروں کا ذکر آ جائے تو اس کے مقابلہ میں قادیان کو ''تخت گاہِ رسول'' کہا جا سکتا ہے۔ مگر جب شہروں کا عام ذکر ہو جن میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ بھی شامل ہوں۔ تب قادیان کے متعلق ''تخت گاہِ رسول'' کے الفاظ کا استعمال درست نہیں کیونکہ اس صورت میں تخت گاہ رسول صرف مدینہ منورہ ہوگا جیسے ''بیت اللہ'' کا لفظ ہم ہر مسجد کے لئے بول سکتے ہیں مگر اس صورت میں جب کوئی اشارہ اور قرینہ موجود ہو لیکن جب بغیر قرینہ کے ''بیت اللہ'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہو تو اس سے مراد صرف بیت اللہ کی مسجد ہوگی اَور کوئی مسجد نہیں ہوگی۔ پس اس بارہ میں ہمارے لئے احتیاط بہت ضروری ہے۔ ہمارا کام صرف یہ نہیں کہ ہم پیغامیوں کا مقابلہ کریں بلکہ ہمارا کام یہ بھی ہے کہ ایسی تحریکیں بھی جماعت میں نہ اٹھنے دیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا آپ کے خلفاء کے متعلق غلوّ سے کام لیا گیا ہو۔ مَیں نے دیکھا ہے حضرت خلیفۂ اول کے زمانہ میں بعض لوگ ایسے تھے جنہوں نے آہستہ آہستہ آپ کو ایک مستقل درجہ دینا شروع کر دیا تھا اور اب بھی اگر سلسلہ کے اخبارات کو گہرے غور سے پڑھا جائے جس طرح مَیں پڑھا کرتا ہوں تو تھوڑے تھوڑے مہینوں کے بعد اس کی لپک سی پیدا ہو جاتی ہے اور صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ بعض لوگ حضرت خلیفہ اول کو مستقل طور پر کوئی الگ درجہ

دینا چاہتے ہیں۔ میرے ڈر کی وجہ سے یا سلسلہ کے نظام کے ڈر کی وجہ سے اس قسم کے خیالات ابھرتے نہیں لیکن تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد اس کی لپک سی پیدا ہو جاتی ہے اور مجھے ہمیشہ ایسی باتوں کو پڑھ کر مزا آتا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ مجھے ہی مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اور شاید اسی لئے فرمایا کہ مَیں اس کی نگرانی کروں کہ ہماری جماعت میں تین قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو حضرت مولوی صاحب کی وجہ سے سلسلہ میں داخل ہو گئے ہیں (حضرت خلیفہ اول کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام عام طور پر مولوی صاحب کہا کرتے تھے) وہ مولوی صاحب کی قدر جانتے ہیں۔ ہماری نہیں۔ چونکہ مولوی صاحب نے ہماری بیعت کر لی ہے اس لئے وہ بھی بیعت میں شامل ہو گئے ہیں۔ اس سے زیادہ ان کا ایمان نہیں۔ بے شک ان کے دلوں میں ایمان ہے مگر ان کا ایمان واسطے کا ایمان ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک گروہ ہماری جماعت میں ایسا ہے جس نے یہ دیکھا کہ ایک جماعت بن گئی ہے اور اس میں قربانی اور ایثار کا مادہ پیدا ہو گیا ہے تو قوم کی خدمت کے لئے وہ اس جماعت میں شامل ہو گیا کیونکہ قومی خدمت کے لئے قربانی اور ایثار کرنے والوں کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ سوائے ہماری جماعت کے اَور کہیں نہیں مل سکتے۔ ایسے لوگ چاہتے ہیں کہ انجمنیں بنائیں، مدرسے بنائیں، دفاتر بنائیں اور دنیوی رنگ میں قوم کی بہبودی کے کام کریں۔ ایسے لوگ بے شک ہم کو مانتے ہیں مگر اپنے کاموں کا آلۂ کار بنانے کے لئے۔ ہمارے مقام کو سمجھ کر نہیں مانتے۔ مگر ان کے علاوہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے ہم کو سچے دل سے مانا۔ وہ ہمیں خدا کا مامور سمجھتے ہیں اور ان کی نگاہ پہلے ہم پر پڑتی ہے اور ہم سے اُتر کر پھر کسی اَور پر پڑتی ہے۔ اصل مخلص وہی ہیں باقی جس قدر ہیں وہ ابتلاء اور ٹھوکر کھانے کے خطرہ میں ہیں۔ یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے سامنے بیان کی تھی حالانکہ میری عمر اُس وقت بہت چھوٹی تھی۔ آپ کا اس بات کا میرے سامنے بیان کرنا بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے ماتحت آپ اس بات کو جانتے تھے کہ لوگوں کی نگرانی کسی زمانہ میں میرے سپرد ہونے والی ہے اور آپ نے اُسی وقت مجھے ہوشیار کر دیا چنانچہ ایک ٹکراؤ تو میری خلافت کے شروع ہوتے ہی انجمن والوں سے ہو گیا اور وہ قادیان سے نکل گئے باقی جو غلو کرنے والے ہیں وہ

بھی ہمیشہ رہتے ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ان کا سر کچلتے رہیں۔ اس کے مقابلہ میں ایک تیسرے گروہ کا پیدا ہو جانا بھی کوئی بعید از قیاس نہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درجہ میں غلوّ سے کام لے اگر ہم ان لوگوں کو نہ دبائیں تو یہ دین کو کہیں کا کہیں لے جائیں گے۔ ہم بے شک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا رسول کہتے ہیں مگر نفسانیت کی وجہ سے نہیں۔ اس وجہ سے نہیں کہ ہم احمدیہ جماعت میں شامل ہیں۔ اگر ہمارے سلسلہ کا بانی رسول ہو گا تو ہماری شان بہت بڑھ جائے گی۔ ہم اگر آپ کو رسول کہتے ہیں تو صرف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول کہا اور خدا تعالیٰ کے رسول نے آپ کو رسول کہا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم میں سے جو راستباز ہوتے۔ وہ کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو رسول نہ کہتے لیکن جب ہمیں یقین پیدا ہو گیا کہ آپ کو خدا نے رسول کہا اور ہمیں یقین پیدا ہو گیا کہ آپ کو خدا کے رسول نے رسول کہا ہے۔ تو پھر ہم نے فیصلہ کر لیا کہ اب اس کے بعد دشمن کے حملوں کی پرواہ نہیں کی جا سکتی۔ وہ بے شک مخالفت کرے۔ ہم آپ کو ضرور رسول کہیں گے چنانچہ دیکھ لو کتنے سالوں سے دشمن قادیان پر حملہ کر رہا ہے مگر ہم اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ انسانوں میں کسی کو تباہ کرنے کی طاقت نہیں۔

مجھے یاد ہے کشمیر موومنٹ کے ایام میں جب مَیں کشمیر کمیٹی کا پریذیڈنٹ تھا اور احرار نے شورش برپا کر دی تو ایک دن سر سکندر حیات خان صاحب نے مجھے کہلا بھیجا کہ اگر کشمیر کمیٹی اور احرار میں کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو حکومت کسی نہ کسی رنگ میں فیصلہ کر دے گی۔ مَیں چاہتا ہوں کہ اس بارہ میں دونوں کا تبادلۂ خیالات ہو جائے وہ ان دنوں ریونیو ممبر تھے اور مجھے یہ بھی علم ہو گیا تھا کہ انہیں گورنمنٹ کی طرف سے امید دلائی گئی ہے کہ اگر کشمیر کمیٹی اور احرار میں کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو گورنمنٹ اس کو قبول کر لے گی۔ مَیں اُن دنوں لاہور میں ہی تھا۔ مَیں نے کہا کہ مجھے شریک ہونے میں کوئی عذر نہیں۔ یہ میٹنگ سر سکندر حیات خان صاحب کی کوٹھی پر ہوئی اور مَیں اس میں شریک ہوا۔ چوہدری افضل حق صاحب بھی آ گئے اور اسی طرح اَور بہت سے مسلمان شامل تھے۔ باتیں شروع کرتے ہی چودھری افضل حق صاحب نے میرے متعلق کہا کہ مجھے سخت شکوہ ہے۔ انہوں نے الیکشن میں میری

کوئی مدد نہیں کی۔ پھر انہی باتوں کے دوران میں وہ جوش میں آگئے اور کہنے لگے مَیں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اب احمدیہ جماعت کو تباہ کر کے رکھ دوں۔ انہوں نے یہ بات بڑے جوش سے کہی۔ مَیں ان کی یہ بات سن کر مسکرایا اور کہا چوہدری صاحب! اگر احمدیت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر ہمیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ آپ اس کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوں یا کوئی اَور کھڑا ہو۔ اگر یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تو خدا خود اس کی حفاظت کرے گا۔ اور اگر یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تو پھر اس کے مقابلہ کے لئے آپ کو بھی کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں خدا خود اس کو تباہ کر دے گا۔ پس دو ہی صورتیں ہیں کہ یا تو یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہو یا نہ ہو۔ اگر یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے اور یہ اس کی اپنی چیز ہے تو پھر وہ اس چیز کی خود حفاظت کرے گا اور کسی کی مخالفت ہمیں ڈرا نہیں سکتی اور اگر اس کی چیز نہیں تو آپ تو اسے کل تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ میری دعا یہ ہے کہ یہ آج ہی تباہ ہو جائے۔

تو جو چیز خدا تعالیٰ کی ہے۔ اس کی وہ خود حفاظت کیا کرتا ہے اور جو چیز اس کی نہیں اسے وہ تباہ ہونے دیتا ہے۔ ہمارا تعلق محض خدا کے لئے ہوتا ہے۔ چاہے وہ نبی سے ہو یا اس کے خلیفہ سے ہو اور درحقیقت ہمارا محمد رسول اللہ ﷺ سے تعلق بھی محض اسی لئے ہے کہ آپ کا خدا سے تعلق تھا اور ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق بھی محض اسی لئے ہے کہ آپ خدا کے ہو گئے تھے۔ ورنہ ہمارا اصل تعلق تو اسی سے ہے جس نے ہمیں پیدا کیا جو ہمارا رازق، مالک، رحمان، رحیم اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْن ہے۔ باقی سب تعلقات طفیلی ہیں، چاہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ سے ہوں اور چاہے حضرت مرزا صاحب سے ہوں۔ ہمارے دل کی کیفیت وہی ہے جو کسی نے کہا کہ "میں راجہ کا نوکر ہوں بینگن کا نوکر نہیں۔" ہم بھی خدا تعالیٰ کے نوکر ہیں اور اسی کی مرضی پر چلنا جانتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی مرزا صاحب کی طرف بات منسوب کرے گا تو ہم اس کی مخالفت کریں گے اور اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف بات منسوب کرے گا تو ہم اس کی مخالفت کریں گے۔ اگر کوئی کہے گا کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں تو ہم اس کی مخالفت کریں گے اور اگر کوئی کہے گا کہ محمد ﷺ غیب دان تھے تو ہم اس کی مخالفت کریں گے۔ اگر

کوئی کہے گا کہ محمد ﷺ کی محبوبیت کی شان نہیں پائی جاتی تو ہم اس کی مخالفت کریں گے اور اگر کوئی کہے گا کہ محمد ﷺ خدا تعالیٰ کے برابر ہیں تو ہم اس کی مخالفت کریں گے۔ ہمارا تعلق تو سب سے محض اللہ کے لئے ہے جدھر اللہ ہو گا ادھر ہم ہوں گے اور جدھر وہ نہیں ہو گا ادھر ہم بھی نہیں ہوں گے۔

پس مَیں جماعت کے تمام دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ کبھی کوئی ایسا موقع نہ آنے دو جس سے آئندہ نسلیں دھوکا کھا جائیں۔ تھوڑے ہی دن ہوئے ایک شخص نے مجھے لکھا کہ قادیان کے متعلق ''تخت گاہ رسول'' جو کہا جاتا ہے۔ یہ غلوّ سے کام لیا جاتا ہے۔ میرا منشاء تھا کہ اسے یہ جواب لکھوں کہ جسے خدا نے تخت گاہ رسول قرار دیا ہے اسے ہم کیوں نہ تخت گاہِ رسول قرار دیں۔ اس وقت میرے ذہن میں بھی یہ نہ تھا کہ چند ہی دنوں میں اس طرح عمومیت کے رنگ میں یہ لفظ استعمال کیا جائے گا۔ بہرحال موقع اور محل پر ہم ہزار بار نہیں لاکھ بار کہیں گے کہ قادیان خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے اور اگر مناسب موقع اور محل پر یہ الفاظ استعمال کئے جائیں تو بالکل جائز اور درست ہوں گے اور ہم ان الفاظ کے استعمال سے کبھی نہیں رکیں گے کہ قادیان خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے لیکن ہم قادیان کا یہ نام نہیں رکھیں گے کیونکہ یہ نام صرف مدینہ منورہ کا ہے۔ اسی طرح بیت اللہ ہم تمام مسجدوں کو کہتے ہیں اور کہتے چلے جائیں گے مگر جب یہ لفظ نام کے طور پر آئے گا اور بغیر کسی قرینہ کے استعمال کیا جائے گا تو اس وقت اس سے مراد صرف خانہ کعبہ ہو گا اور کوئی مسجد نہیں ہو گی۔ اسی طرح خالی رسول اللہ کے الفاظ جب بھی استعمال کئے جائیں گے تو اس سے مراد محض رسول کریم ﷺ ہوں گے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد نہیں ہوں گے نہ حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ مراد ہوں گے۔ خالی رسول اللہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ پس خالی رسول اللہ کے الفاظ جو بغیر کسی قرینہ کے استعمال کئے جائیں۔ ان کا استعمال سوائے محمد ﷺ کے اَور کسی کے لئے جائز نہیں۔ یہ محمد ﷺ کا مال ہے اور کوئی شخص اس مال کو آپ سے چھین نہیں سکتا۔ پس ایک تو یہ نصیحت ہے جو مَیں کرنا چاہتا ہوں کہ ان باتوں سے احتیاط سے کام لو اور ان الفاظ کی بجائے اَور الفاظ استعمال کیا کرو تا کہ لوگوں کو دھوکا نہ لگے اور وہ کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

اس کے بعد مَیں احباب کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ تحریک جدید کے نئے سال کے متعلق گزشتہ خطبہ میں مَیں نے جو اعلان کیا تھا۔ اس میں بعض باتیں بیان کرنے سے رہ گئی تھیں مثلاً وعدوں کے وقت کی تعیین کے متعلق گزشتہ خطبہ میں کوئی اعلان نہیں کیا جا سکا۔ اب اس خطبہ کے ذریعہ مَیں یہ اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ ہندوستان کے دوستوں کی طرف سے 31 جنوری تک بھیجے ہوئے وعدے قبول کئے جائیں گے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ دوست 31 جنوری تک وعدے بھجوانے میں تاخیر سے کام لیں۔ یہ صرف لوگوں کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے تاریخ مقرر کی گئی ہے ورنہ دوستوں کو چاہئے کہ جلسہ سالانہ سے پہلے پہلے تحریک جدید کے متعلق اپنے وعدے بھجوا دیں تاکہ آئندہ سال کا پروگرام تیار کرنے میں ہمیں کوئی دقت اور پریشانی پیدا نہ ہو۔ اگر وقت کے اندر اندر وعدے آجائیں تو ہمیں اس امر کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ آئندہ سال دوستوں کی طرف سے اس قدر رقم آئے گی اور پھر اس رقم کے اندر اپنے اخراجات رکھے جاسکتے ہیں۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے دوستوں کو 24، 25 دسمبر تک اپنے وعدے بھجوا دینے چاہئیں۔ یا جلسہ سالانہ پر آئیں تو جماعتوں اور افراد کے وعدوں کی فہرستیں مرتب کر کے اپنے ہمراہ لیتے آئیں۔ پھر جو لوگ رہ جائیں گے چونکہ انہیں واپس جانے میں کچھ دیر لگ جاتی ہے اور پھر واپس پہنچ کر انہیں پہلے اپنے کئی کام سنوارے پڑتے ہیں اور پھر دوستوں سے وعدوں کے لئے ملنا ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کے لئے 31 جنوری کی تاریخ مقرر کی گئی ہے یعنی وہ خطوط جو 31 جنوری کو چلیں گے یا یکم فروری کی ان پر مہر ہو گی۔ ان کے وعدوں کو منظور کر لیا جائے گا۔ یکم فروری کی مہر کی شرط اس لئے زائد کی گئی ہے کہ ہو سکتا ہے کوئی شخص 31 جنوری کی شام کو خط لکھے اور چونکہ ڈاک اگلے دن ہی نکل سکتی ہے اس لئے خط پر یکم فروری کی مہر لگے گی۔ پس جس خط پر یکم فروری کی مہر ہو گی اس کے وعدہ کو بھی میعاد کے اندر سمجھا جائے گا۔ اسی طرح بعض جگہ ہفتہ میں صرف ایک دفعہ ڈاک نکلتی ہے۔ ایسے مقامات کے متعلق یہ دستور ہو گا کہ وہاں کے جو دوست 31 جنوری کو خط لکھ دیں گے وہ ہمیں خواہ کسی تاریخ کو پہنچیں ہم ان کے وعدہ کو قبول کر لیں گے کیونکہ وہ 31 جنوری کے بعد پہلی ڈاک میں آئے ہوں گے لیکن اس تاریخ کے بعد کوئی وعدہ قبول نہیں

کیا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی شخص اپنے وعدہ میں زیادتی کرنا چاہے تو وہ ہر وقت کر سکتا ہے مثلاً پہلے اس نے دس روپوں کا وعدہ کیا تھا پھر وہ پندرہ روپے دینا چاہے تو اسے اختیار ہے کہ جب چاہے اپنے وعدہ میں اضافہ کر لے۔ اضافہ کرنے میں کوئی روک نہیں البتہ نیا وعدہ ہندوستان کے کسی دوست کی طرف سے 31 جنوری کے بعد قبول نہیں کیا جائے گا۔ سوائے بنگال وغیرہ کے کہ ان کے وعدوں کے لئے اپریل کی آخری تاریخ مقرر ہے اور سوائے باہر کے ممالک کے کہ ان کے وعدوں کی آخری تاریخ 30 جون ہے یا سوائے ان لوگوں کے جو اس وقت برسرِکار نہیں یا غریب ہیں اور دوران سال میں برسرِکار ہو جائیں یا خدا تعالیٰ انہیں مال دے دے۔ ان تاریخوں پر تمام دوستوں کو اپنے اپنے وعدے بھجوانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کے بعد مَیں پھر اس امر پر زور دینا چاہتا ہوں کہ جماعت کو چاہئے وہ خصوصیت سے تحریک جدید کے ان آخری سالوں میں زیادہ سے زیادہ قربانی کرے۔ مَیں جانتا ہوں کہ بعض دوست ایسے ہیں جنہوں نے تحریک جدید کے چندہ میں زیادہ سے زیادہ قربانی کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ابھی بہت سے دوست ایسے ہیں جنہوں نے اس رنگ میں نمایاں قربانی نہیں کی۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ دوستوں کی ایک ایسی شمار میں آنے والی مقدار ہے جن کے وعدے ان کی آمدنیوں کے مطابق نہیں۔ ان دوستوں کو مَیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی آمدنیوں کے مطابق یا قربانی کی حد تک وعدے کریں۔ اس کے ساتھ ہی مَیں اس امر کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں کہ ابھی پندرہ بیس ہزار روپیہ کے وعدے سال ہشتم کے وعدوں میں سے پورے ہونے باقی ہیں ان میں سے بعض مہلتیں لے رہے ہیں اور جن کو حقیقی مشکلات درپیش ہیں، انہیں مہلتیں دی جا رہی ہیں لیکن باقی دوست جنہوں نے ابھی تک نہ اپنا وعدہ پورا کیا ہے اور نہ چندے کی ادائیگی کے لئے کوئی مہلت لی ہے انہیں مَیں یہ کہتا ہوں کہ وہ اب نئے سال کے وعدے کی خوشی میں نہ بیٹھ جائیں بلکہ کوشش کریں کہ ان کا گزشتہ سال کا وعدہ جلد سے جلد پورا ہو جائے۔ اگر وہ 30 نومبر تک اپنے وعدوں کو پورا نہیں کر سکے تھے تو اب کم سے کم جلسہ سالانہ تک اپنے وعدوں کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے یا زیادہ سے زیادہ 31 جنوری تک اپنے وعدے پورے کر دیں۔ اگر وہ گزشتہ سال کے وعدوں کو 31 جنوری تک پورا کر دیں تو سال رواں کے بجٹ پر اچھا اثر پڑے گا

اور ان رقوم کے ذریعہ اس سال کے اخراجات پورے ہو سکیں گے اور ہم ابھی سے اگلے سال کے روپیہ میں سے خرچ کرنے پر مجبور نہیں ہوں گے پھر جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے تحریک جدید کے دوسرے حصوں کو بھی مد نظر رکھنا چاہئے اور خصوصیت سے دعاؤں پر زور دینا چاہئے۔ مَیں نے پچھلی دفعہ بھی توجہ دلائی تھی کہ جو لوگ اس تحریک کے مالی مطالبہ میں حصہ نہیں لے سکتے۔ وہ دعاؤں پر زور دے کر اس تحریک میں حصہ لے سکتے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اخلاص سے اور بار بار دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ اس تحریک میں ان لوگوں کو زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے جن کو اس نے اپنے فضل سے مالی وسعت عطا فرمائی ہوئی ہے۔ اس غرض کے لئے وہ جتنی زیادہ دعائیں کریں گے اور جتنا جوش ان کی دعاؤں کی وجہ سے لوگوں کے قلوب میں پیدا ہو گا اور جس قدر زیادہ وہ اس تحریک میں حصہ لیں گے اسی قدر ان کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب ملے گا۔ پھر وہ یہ بھی دعا کریں کہ جن لوگوں نے وعدے کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی جلد سے جلد اپنے وعدے پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وعدہ کرنا آسان ہوتا ہے لیکن اسے پورا کرنا مشکل ہوتا ہے۔ پس ان لوگوں کے لئے بھی دعائیں کرنی چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے وعدوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مَیں اس موقع پر اس خوشی کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مَیں نے پچھلے سے پچھلے سال سے اس بات پر زور دینا شروع کیا تھا کہ دوستوں کو اپنے وعدے جلد پورے کرنے چاہئیں سو اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے پچھلے سال بھی وصولی اچھی رہی تھی اور اس سال تو وصولی کی رفتار گزشتہ سال سے بھی بہتر رہی ہے اور دوستوں نے اپنے وعدوں کو بروقت پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں اس خلوص اور ایثار کی زیادہ سے زیادہ بہتر جزا دے۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ اس سال بھی جہاں دوست اس بات کی کوشش کریں گے کہ ان کے وعدے گزشتہ سالوں سے اضافہ کے ساتھ ہوں وہاں وہ اس بات کی بھی کوشش کریں گے کہ ان وعدوں کو جلد سے جلد پورا کریں اور اس بارہ میں دعا کرنے والے ہماری بہت بڑی مدد کر سکتے ہیں۔ در حقیقت دل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور اگر وہ قربانیوں کے لئے لوگوں کے دل پھیر دے تو پھر قربانی کے راستہ میں کوئی چیز روک نہیں بن سکتی۔ آخر

ابو بکرؓ اور عمرؓ کا دل ہی تھا جو زیادہ سے زیادہ قربانیوں پر تیار رہتا تھا اور جب بھی رسول کریم ﷺ کوئی تحریک فرماتے وہ کوشش کرتے کہ قربانیوں میں دوسروں سے بڑھ کر رہیں۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے ایک بڑی بھاری تحریک فرمائی۔ حضرت عمرؓ نے فیصلہ کیا کہ مَیں آج سب سے بڑھ کر قربانی کروں گا چنانچہ وہ اپنے گھر میں آئے اور اپنا آدھا مال اٹھا کر رسول کریم ﷺ کی مجلس میں پہنچے۔ وہ دل میں یہ خیال کرتے جارہے تھے کہ کوئی اپنے مال کا بیسواں حصہ لائے گا، کوئی دسواں حصہ لائے گا، کوئی پانچواں حصہ لائے گا مگر مَیں تو اپنا آدھا مال لے آیا ہوں اور کسی نے میرے برابر کیا قربانی کرنی ہے۔ جب وہ مال سے لدے پھندے اور بوجھ سے دبے رسول کریم ﷺ کی مجلس میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ پہلے ہی پہنچے ہوئے ہیں۔ ان کے دل میں یہ بھی خیال تھا کہ مَیں سب سے پہلے بھی پہنچوں اور قربانی بھی میری ہی سب سے زیادہ ہو۔ جب انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پہلے پہنچا ہوا دیکھا تو کہنے لگے۔ آج بھی یہ بڈھا سبقت لے گیا مگر خیر قربانی میں تو میرا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ جب وہ اَور زیادہ قریب پہنچے تو انہوں نے سنا رسول کریم ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے کہ ابو بکرؓ تم سب کچھ لے آئے۔ گھر میں کیا چھوڑا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ حضور اللہ اور رسول کا نام چھوڑا ہے۔ اس وقت حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ وہ جو سمجھتے تھے کہ آج مَیں قربانی میں سب سے بڑھ جاؤں گا۔ ان کا یہ خیال درست نہ نکلا اور آج بھی ابو بکرؓ سب سے بڑھ گیا۔[1]

تو دلوں کے بدلنے سے ہی سب قربانیاں ہوتی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ دل نہ بدلے تو کوئی قربانی نہیں ہو سکتی۔ ہماری جماعت کو ہی دیکھ لو چونکہ ہماری جماعت کے دل بدلے ہوئے ہیں اس لئے باوجود اس کے کہ ہماری جماعت چھوٹی سی ہے قربانیوں کے میدان میں وہ دوسروں سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ اس کے مقابلہ میں مسلمانوں میں آج اس گری ہوئی حالت میں بھی ایسے ایسے مالدار موجود ہیں کہ ہماری ساری جماعت کی جائدادیں ان میں سے اگر صرف ایک شخص خریدنا چاہے تو خرید سکتا ہے مگر باوجود اس قدر مالدار ہونے کے انہیں اسلام کے لئے اتنا چندہ دینے کی توفیق نہیں ملتی جتنی ان کے نوکروں کے نوکروں سے بھی کم حیثیت

رکھنے والے ہماری جماعت کے افراد ایک مہینہ میں دے دیتے ہیں۔ یہ دلوں کے تغیر کی بات ہے ورنہ مال دوسروں کے پاس زیادہ ہے لیکن اس کے باوجود ہماری جماعت کے افراد ہر تحریک میں نمایاں حصہ لیتے ہیں۔ ماہوار چندے دیتے ہیں اور اپنی قربانی کو ہر سال اس قدر بڑھاتے چلے جاتے ہیں کہ تعجب آتا ہے ہمارے ہاں سو سو روپیہ کی رقمیں چندہ میں نہایت کثرت سے آتی ہیں لیکن دوسروں کے ہاں اس قدر چندہ دینے والے بہت شاذ ہوتے ہیں اور اگر کبھی کوئی سو روپیہ چندہ دے دے تو اعلان کئے جاتے ہیں کہ فلاں نے سو روپیہ کی رقم خطیر دے دی لیکن ہم اپنے ہاں یہ دکھا سکتے ہیں کہ ہماری جماعت کے چالیس چالیس، پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ روپے تنخواہ لینے والے سو سو روپیہ چندہ دے دیتے ہیں اور ایسی ایک دو نہیں سینکڑوں مثالیں پائی جاتی ہیں لیکن ان کو حس بھی نہیں ہوتی کہ انہوں نے کوئی احسان کیا ہے کیونکہ دینے والے سمجھتے ہیں کہ انہوں نے خدا کو دیا ہے بندوں کو نہیں دیا اور لینے والے بھی سمجھتے ہیں کہ ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ روپوؤں کو کھاتے میں درج کریں اور انہیں خدا کے حکم کے مطابق خرچ کریں۔ اجر تو خدا تعالیٰ ہی دینے والا ہے۔ یہ دلوں کا تغیر ہی ہے جس کے نتیجہ میں ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے قربانیوں میں شاندار حصہ لے رہی ہے اور جب دلوں میں تغیر پیدا ہو جائے تو بڑی سے بڑی قربانی بھی حقیر معلوم ہونے لگتی ہے۔ پس جو شخص اس غرض کے لئے دعائیں کرتا ہے وہ تحریک جدید کے مقاصد کے پورا ہونے میں بہت بڑی امداد دیتا ہے۔ دوستوں کو چاہیئے کہ وہ کثرت سے دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو قربانی کے معیار کے مطابق تحریک جدید میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر خود ان میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اس تحریک میں حصہ لے سکیں تو وہ دوسروں کے لئے دعائیں کر کے اس تحریک میں حصہ لے سکتے ہیں۔ ان کی دعاؤں سے دوستوں کو جتنی زیادہ مالی قربانی کرنے کی توفیق ملے گی اسی قدر ان کو زیادہ ثواب ملے گا۔ پس دعائیں کرو اور کرتے چلے جاؤ یہاں تک کہ وعدوں کی آخری تاریخ آجائے اور خدا تعالیٰ ان کی دعاؤں کی قبولیت کا یہ نمونہ دکھائے کہ اس سال کے وعدے گزشتہ تمام سالوں سے زیادہ ہوں اور دوستوں نے اپنے وعدوں میں زیادہ سے زیادہ قربانی سے کام لیا ہو۔ پھر وہ یہ بھی دعا کریں کہ جن لوگوں نے اس تحریک میں مالی

حصہ لینے کا وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اپنے وعدوں کے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ خوشی سے اور سہولت سے اور ایمان کو بڑھاتے ہوئے اپنے وعدوں کو پورا کریں۔ پھر وہ اس بات کے لئے بھی دعائیں کریں کہ وہ لوگ جن کے ہاتھوں سے یہ روپیہ خرچ ہوتا ہے خواہ مَیں ہوں یا میرے ماتحت اَور لوگ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو زیادہ سے زیادہ صحیح مصرف پر روپیہ خرچ کرنے کی توفیق دے اور سلسلہ کا ایک پیسہ بھی ضائع نہ ہو تا کہ ہم اس امانت کو عمدگی سے ادا کر سکیں جو خدا تعالیٰ نے اس جہت سے ہم پر عائد کی ہے۔ یہ کام دعاؤں کے بغیر نہیں ہو سکتے۔ پس دوستوں کو اس بارہ میں اہتمام سے دعائیں کرنی چاہئیں۔

مَیں اس تحریک کا ایک اَور اہم پہلو بھی بیان کرنا چاہتا تھا مگر چونکہ اب نماز کا وقت ہو گیا ہے اس لئے مَیں خطبہ ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو اگلے جمعہ مَیں اسے بیان کروں گا۔اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔" (الفضل 10 دسمبر 1942ء)

1: ترمذی ابواب المناقب باب رِجَاؤُہٗ ﷺ اَنْ یَّکُوْنَ اَبُوْ بَکْرٍ مِمَّنْ یُّدْعٰی مِنْ جَمِیْعِ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ۔حدیث 3675